سید احمد سعید ہمدانی

شیخ ابوالحسن المغربی الشاذلیؒ

تاریخِ اسلام کے اکثر ادوار میں فقہا و صوفیا کی آویزش کا ذکر ملتا ہے۔ اگر دونوں گروہوں کو اپنے اپنے حلقوں میں محدود کر کے دیکھا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ فقہا، ظواہرِ شریعت کی تعلیم دیتے تھے اور انہی کے مطابق فیصلے صادر فرماتے تھے جبکہ صوفیا باطنی تزکیہ کو اولیت دیتے تھے اور قلبی واردات و تجلیات اور مواجید و کیفیات کے ذکر سے اپنے اور دوسروں کے ایمان کو پختہ کرتے تھے۔ فقہا کو اکثر ان کی باتوں پر شک گزرتا تھا اور وہ انھیں دین میں رخنہ ڈالنے والی باتیں سمجھ کر مخالفت کرتے تھے۔ حُسنِ ظن سے کام لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے نیت دونوں طبقوں کی نیک تھی مگر اپنے اپنے شعبے میں عمیق تشغف یا شدید غلو کی بنا پر جب ایک دوسرے کے قریب نہ آسکتے تھے تو کشمکش اور مخالفت کی صورت پیدا ہو جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیا کی کتب جلا دینے کے فتوے بھی صادر ہوتے رہے۔

چھٹی صدی ہجری کی بات ہے کہ مغرب کے مالکی علما کے فتوے پر امام غزالی کی کتابیں جلائی گئیں اور علومِ تصوف کی اشاعت اور صوفیا کی سرگرمیوں کی شد و مد سے مخالفت کی گئی۔ لیکن اس کے باوجود صوفیا، اپنے مسلک پر قائم رہے۔ ایسا بھی ہوتا رہا کہ علما کے ایک طبقے کو جب صوفیا کے اخلاص کا یقین ہو گیا تو انھوں نے مسلکِ تصوف کی حمایت بھی کی۔ چنانچہ اسی صدی میں بلادِ مغرب میں ابو مدین، سید احمد بدوی اور محی الدین ابن العربیؒ جیسے مشائخ و صوفیا پیدا ہوتے اور حمایت و مخالفت کی فضا میں ان کے طرق و افکار نے تصوف کو تقویت دی۔

ساتویں صدی ہجری میں مغرب میں مقامِ ارشاد پر فائز مشائخ کبار کے حلقے میں شاید سب سے زیادہ بااثر صوفی شیخ ابوالحسن شاذلی تھے، جن کی عظیم روحانی شخصیت کے زیرِ اثر دینی حلقوں میں تصوف کو بھی فقہ کے برابر درجہ ملا۔

بلادِ مغرب میں بڑے بڑے صوفیا ہوتے ہیں، لیکن دور ہونے کی وجہ سے عرب دنیا سے باہر زیادہ شہرت نہیں حاصل کر سکے۔ لیکن ان میں شیخ الاکبر محی الدین ابن العربیؒ کے بعد شیخ ابوالحسن شاذلیؒ ہی

وہ بزرگ تر ہستی ہیں، جن کا اثر مشرقِ وسطیٰ کے علاوہ برصغیر پاک و ہند بلکہ تمام عالمِ اسلام نے اس حد تک قبول کیا کہ ان کی الہامی دعا "حزب البحر" ہر سلسلے کے صوفیا نے اپنے اوراد میں شامل کر لی اور انہی کے سلسلہ (شاذلیہ) کے ایک بزرگ امام محمد بن سلیمان الجزولیؒ کا مرتب کردہ درود شریف کا مجموعہ "دلائل الخیرات" بہت زیادہ مقبول ہوا۔

شیخ ابوالحسن شاذلی کا نام علی بن عبداللہ ہے اور حسب و نسب کے لحاظ سے سادات حسینی سے تعلق رکھتے ہیں۔ نفحات الانس میں مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ نے ان کے حالات قلم بند کرتے ہوئے ان تمہیدی جملوں سے ابتدا کی ہے "نام وے علی بن عبداللہ ست۔ شریف است حسینی۔ ساکن اسکندریہ بودہ است و جمع کثیر آنجا بصحبتِ وے پیوستہ اند۔ از کبائر اولیاء اللہ و عظام مشائخ است۔"[۱]

آپ مغربِ اقصیٰ کے ایک گاؤں غمارہ میں ۵۹۳ھ/ ۱۱۹۶ء میں پیدا ہوئے۔ جب سلوک کی دنیا میں قدم رکھا تو سب سے پہلے مغرب کے مشہور صوفی ابومدینؒ کے شاگرد ابو عبداللہ بن حرازم سے خرقہ حاصل کیا لیکن اس سے پہلے آپ نے اپنی ظاہری تعلیم مکمل کر لی تھی، جیسا کہ علامہ شعرانی نے لکھا ہے "ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ جب تک علومِ ظاہری کے مناظرے کے لیے مستعد نہ ہوئے، اس گروہ کی راہ میں داخل نہ ہوئے" ۶۱۵ھ میں مشرق کا سفر اختیار کیا اور رفاعی طریقے کے شیخ ابوالفتح واسطیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی، تقریباً تین سال وہاں رہے، مگر انہی دنوں آپ کو شوق پیدا ہوا کہ قطب العالم والزماں سے ملیں[۲] شیخ سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے مغرب کی طرف مراجعت کا مشورہ دیا۔ چنانچہ جب آپ لوٹے تو آپ کی ملاقات مراکش کے شہر فاس میں شیخ عبدالسلام ابن مشیش سے ہوئی، جو وقت کے قطب تھے، پھر انہی کی زیرِ نگرانی آپ نے ولایت کے مراتب طے کیے۔ شیخ عبدالسلام ہی نے ہدایت کی کہ افریقیہ کے ایک گاؤں شاذلہ کے نزدیک غار میں کچھ مدت تک معتکف رہیں، چنانچہ اسی کی نسبت سے آپ شاذلی کے لقب سے معروف ہوئے۔

۱؎ نفحات الانس مطبوعہ نول کشور لکھنؤ، ص ۳۷۱

۲؎ علومِ صوفیا میں قطب کا مرتبہ اس صاحبِ روحانیت شخصیت کے لیے مخصوص ہے جو صالحین و صدیقین اُمت میں اثر و نفوذِ روحانی کے لحاظ سے مرکزی حیثیت رکھتا ہو، خواہ وہ کسی پر ظاہر ہو یا نہ ہو۔ تصوف کی کتب میں اس کی تفصیل دیکھی جا سکتی ہے۔ عام معلومات کے لیے دیکھیے: کشف المحجوب (ترجمہ نکلسن) ص ۲۱۴ اور خزینۃ معارف ترجمہ الابریز، ص ۳۸۳

معلوم ہوتا ہے، ان دنوں آپ مجاہدہ کی خاطر ریاضاتِ شاقہ میں سے گزرے ۔ آپ کے ملفوظات میں سے ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ ایک بار اسّی دن آپ بھوکے رہے ۔ دل میں خیال آیا کہ اس سے مقصود حاصل ہوگیا ۔ ناگاہ ایک عورت کو دیکھا جو ایک غار سے باہر نکلی ۔ وہ اس قدر خوب صورت تھی کہ گویا اس کا چہرہ نورِ آفتاب کی طرح تھا ۔ کہنے لگی "ایک مجوسی اسّی دن بھوکا رہا اور اپنے عمل پر اللہ کے سامنے ناز کرنے لگا ۔ مجھ پر چھ ماہ گزر گئے ہیں کہ میں نے طعام چکھا تک نہیں" ۔

اسی دوران میں آپ کو ایسے مشاہداتِ روحانی سے بھی نوازا گیا جن سے آپ کی رہنمائی ہوتی رہی ۔ خود انہی سے مروی ہے کہ میں غار میں تھا، میں نے کہا "الٰہی، تیرا بندۂ شاکر کیسے بنوں؟" میں نے سنا کہ مجھے کہا جا رہا ہے "جب اپنے علاوہ کسی کو منعم علیہ نہیں دیکھوگے" ۔ میں نے کہا "الٰہی میں اپنے علاوہ منعم علیہ کیسے نہ دیکھوں، حالانکہ تو نے انبیا پر انعام کیا ہے، علما پر انعام کیا ہے اور بادشاہوں پر انعام کیا ہے" ۔ میں نے سنا کہ کہا گیا، "اگر انبیا نہ ہوتے تو سیدھی راہ تجھے نہ ملتی، اگر علما نہ ہوتے تو کس کی پیروی کرتا؟ اور اگر بادشاہ نہ ہوتے تو امن میں نہ رہتا ۔ یہ سب نعمتیں ہیں جو تجھے میں نے دی ہیں" ۔

اسی طرح انھوں نے بیان کیا کہ ایک دوست کے ساتھ غار میں وصول الی اللہ کی توقع میں رہتے تھے ۔ آپس میں کہنے لگے کہ کل ہمارے لیے فتح کی راہ کھل جائے گی ۔ اچانک ایک بارعب شخص سامنے آگیا، پوچھا، "تو کون ہے"؟ اس نے کہا "عبد الملک" ۔ کہتے ہیں میں جان گیا کہ یہ اولیاء اللہ میں سے ہے ۔ میں نے کہا "کیا حال ہے؟" کہنے لگا "اس شخص کا حال کیا ہوگا جو کہتا ہے کہ کل ۔ سے کھل جائے گا ۔ یہ نہ ولایت ہے نہ کامیابی، اے نفس! کیوں خدا کی خدا کے لیے ہی پرستش نہیں کرتا" ۔ ہم جان گئے کہ اس شخص کو ہمارے لیے تنبیہ کی خاطر ہی بھیجا گیا ہے، پس توبہ کی، استغفار کیا اور پھر واقعی راہ کھل گئی[۳]۔

وقتاً فوقتاً آپ وعظ یا تعلیم و تبلیغ کی خاطر بلادِ مغرب میں دورے کرنے لگے ۔ آپ کی مجلسوں میں چونکہ تصوف کے نکات کا بیان ہوتا تھا، اور آپ سلوک کی تعلیم بھی دیتے تھے اس لیے تیونس کے علما نے آپ کی مخالفت شروع کر دی ۔ اس مخالفت نے اس حد تک شدت اختیار کر لی کہ سلطان ابوذکریا حفصی کی حمایت کے باوجود آپ کو مصر میں پناہ لینا پڑی ۔ یہاں آپ اسکندریہ میں قیام پذیر ہوئے اور نہ صرف یہاں کے عوام

---

[۳] نفحات الانس، ص ۴۷۲

میں آپ نے مقبولیت حاصل کر لی بلکہ علما بھی آپ کی تعظیم کرنے لگے ۵۴

اسکندریہ میں آپ ہر سال اپنے عقیدت مندوں کے ساتھ حج پر جایا کرتے تھے۔ یہیں سے ایک بار ایسا ہوا کہ آپ وقت پر روانہ نہ ہو سکے اور کچھ دنوں کے بعد حج کے لیے جہاز پر چلے تو بادِ مخالف کی وجہ سے قاہرہ کے پاس ہی جہاز رکا رہا۔ اس پریشانی کے عالم میں دعا حزب البحر آپ کو الہام ہوئی۔ آپ نے پڑھنا شروع کی تو معاً بادِ موافق چلی، جہاز روانہ ہو گیا اور عین وقت پر آپ اور آپ کے ہمراہی مناسکِ حج میں شریک ہو گئے۔ یہ آپ کی ایسی کرامت تھی کہ جہاز کا عیسائی مالک اور اس کے لڑکے سب مسلمان ہو گئے۔

آپ اس قدر کثرت سے تبلیغی و تدریسی دوروں پر رہتے تھے کہ تذکروں میں آپ کو "فقیرِ سائح" کہا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک بار کسی جنگل میں سے گزرتے ہوئے آپ پر قہوہ کی تاثیر منکشف ہوئی اور اس کے بعد انہی سے اس کا رواج چلا ۵۵

حضرت ابوالحسن شاذلیؒ نے نہ کوئی کتاب تصنیف کی، نہ شیخ الاکبر محی الدین ابن العربیؒ کی طرح آپ کسی مدرسۂ فکر کے بانی تھے۔ آپ کے خلیفۂ اعظم احمد ابوالعباس مرسیؒ جب کہتے تھے "میری کتابیں میرے اصحاب ہیں"، تو وہ اپنے مرشد ہی کی روایت کے مطابق عمل پیرا تھے۔ اپنے زمانے میں مرشد کی حیثیت سے آپ نے بے شمار لوگوں کے دلوں میں اللہ کے لیے محبت کا جذبہ پیدا کیا اور قربِ خداوندی کے طریقوں سے انھیں آگاہ کیا۔ ان کے بارے میں ایک صوفی بزرگ کی رائے تھی کہ اور لوگ تو اللہ تعالٰے کے دروازے کی طرف بلاتے ہیں اور ابوالحسن شاذلیؒ لوگوں کو اللہ کے پاس داخل کر دیتے ہیں۔"

آپ کے پاس جو عقیدت مند آتے تھے، آپ نے بعض دیگر مشائخ کی طرح اُن کو کبھی اپنے طریقے کا پابند بھی نہ بنایا۔ طلبِ حق کی استعداد میں وسعت و اختلاف کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انھیں آزاد رکھا کہ اگر ذوقِ طلب زیادہ ہو تو جہاں سے چاہیں فیض حاصل کریں۔ اپنے مریدوں سے کہا کرتے تھے کہ تم میری صحبت میں رہو اور میں تمھیں کسی اور کی صحبت میں رہنے سے منع نہیں کرتا اور اگر تم کو اس سے زیادہ شیریں اور خوش گوار کوئی

---

۵۴ The Sufi Orders in Islam by J. S. Trimingham.

۵۵ سفینۃ الاولیا از دارا شکوہ، ص ۲۱۵

چشمہ مل جائے تو اسی پر اُتر پڑو۔

اسی طرح شیخ ابوالحسن شاذلیؒ اور آپ کے اوّلین خلفا نے خرقہ یا گدڑی پہننے کا تقید نہ کیا، بلکہ اس کو فقیر کا ادعا جانتے ہوئے ایک لحاظ سے معیوب خیال کیا۔ اس کی بجائے آپ اخلاصِ نیت، تزکیۂ نفس اور متابعتِ سنت پر زور دیتے تھے۔

تربیتِ روحانی میں تکمیل کا ایک وہ درجہ بھی آتا ہے جب ولی اس مقام پر متمکن ہو جاتا ہے جو اس کی ہمت و استعداد کے لیے مخصوص تھا۔ اس وقت وہ خود اپنے طریقے کا بانی ہوتا ہے۔ اصطلاحاتِ علومِ صوفیا میں ایسے بلند ہمت افراد کے لیے مختلف القاب معروف ہیں۔ مثلاً قلندر، قطبِ طریقت، قطبِ وحدت فرد اور ولی خواص الاخص وغیرہ۔ شیخ ابوالحسن شاذلیؒ کو یہ مرتبہ حاصل تھا۔ ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کے پیر کون ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ پہلے میں اپنے آپ کو شیخ عبدالسلام ابن شیشؒ کی طرف منسوب کیا کرتا تھا۔ مگر اب کسی کی منسوب نہیں کرتا بلکہ دس دریاؤں میں تیرا کرتا ہوں: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، جبریل، میکائیل، عزرائیل، اسرافیل اور روحِ اکبر۔

۶۵۶ھ/ ۱۲۵۸ء میں آپ سفرِ حج سے واپس آ رہے تھے کہ بحرِ احمر کے ساحل کے قریب صحرائے عنداب میں حمیثرہ کے مقام پر انتقال فرمایا اور وہیں آپ کو دفن کیا گیا۔

آپ کے خلفا نے آپ کی تعلیمات کی اشاعت کا کام جاری رکھا۔ آپ کے تربیت یافتہ گروہ میں احمد ابوالعباس مرسیؒ کو بلند مقام حاصل ہے جو اپنے شیخ کے زاویے میں بیٹھ کر طالبانِ حق کی رہنمائی کرتے رہے۔ ان کے ایک شاگرد تاج الدین ابن عطاء اللہ عباس نے اپنی کتاب "لطائف المنن فی مناقب ابی العباس و شیخہ ابو الحسن" میں ان دونوں بزرگوں کے حالاتِ زندگی، ان سے منقول اوراد اور ان کے پُرحکمت اقوال لکھے۔

یہاں "الطبقات الکبریٰ" (مرتبہ امام عبدالوہاب شعرانیؒ) کے حوالے سے حضرت ابوالحسن شاذلیؒ کے چند اقوال نقل کیے جا رہے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شریعت و طریقت کے معاملات میں اس نورِ بصیرت کے وارث تھے جو صرف علمائے باعمل کو ملتا ہے۔

فرماتے ہیں:

● چار چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے علم کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ دنیا کی محبت، آخرت سے غفلت، افلاس کی دہشت، آدمی کی ہیبت۔

● دلوں میں علوم اسی طرح ہیں جس طرح روپے پیسے ہاتھوں میں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اُس سے تم کو نفع پہنچائے اور اگر چاہے تو ضرر پہنچائے۔

● پیر وہ ہے جو تم کو راحت کی راہ دکھائے نہ کہ وہ جو مصیبت کی۔

● جو فقیر پنج وقتی نمازوں میں حضورِ جماعت کا برابر پابند نہ ہو، اس کا اعتبار نہ کرو۔

● دیکھو، اپنے آپ کو بار بار گناہوں میں پڑنے سے بچاؤ کیوں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرتا ہے وہی ظالم ہے اور ظالم امام نہیں ہوتا، اور جس نے گناہ ترک کیے، جس ابتلا میں اللہ تعالیٰ نے اُسے مبتلا کیا ہے، اس پر صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ و وعید پر یقین کیا، وہی امام ہے گو اس کے پیرو تھوڑے ہوں۔

● ایک ہی مرید جس میں تمھارے اسرار کی حفاظت کی صلاحیت ہو، ایسے ہزار مریدوں سے بہتر ہے، جس میں یہ صلاحیت نہ ہو۔

● یہ راہ نہ رہبانیت کی راہ ہے اور نہ جو اور بھوسا کھانے کی، یہ تو اوامر پر صبر اور ہدایت کی نسبت یقین سے طے ہوتی ہے۔

● جب تمھارا کشف کتاب و سنت کا معارض ہو تو کتاب و سنت پر جمے رہو اور کشف کو ترک کر دو، اور اپنے نفس سے کہو کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب و سنت میں میرے لیے بچنے کی ضمانت فرمائی ہے اور کشف و الہام اور نیز مشاہدہ کی جانب سے اس کی ضمانت نہیں فرمائی ہے، علاوہ بریں اس پر اجماع ہے کہ کشف یا الہام یا مشاہدہ پر عمل کرنا مناسب نہیں ہے مگر کتاب و سنت سے ملا لینے کے بعد۔[۵۶]

---

۵۶ ؎ "الطبقات الکبریٰ" اردو ترجمہ عبدالغنی وارثی، ص ۳۸۹ تا ۴۰۷ ۔

گلستانِ حدیث : از مولانا محمد جعفر پھلواروی

یہ چالیس منتخب احادیثِ نبویؐ کی تشریح ہے۔ ہر حدیث کے مضمون کی تائید میں دوسری احادیث اور قرآن کریم کی آیات سے ان کی مطابقت بہت دلنشیں انداز میں بیان کی گئی ہے۔

صفحات : ۲۰۸ قیمت : ۱۲ روپے

ملنے کا پتا : ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور